جناب پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ

(امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان)

کا جامعہ سلفیہ میں منعقدہ تربیتی ورکشاپ کی اختتامی تقریب میں صدارتی خطاب

علمائے کرام، اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بڑی خوشی اور مسرت کا موقع ہے کہ ہم سب اس تربیتی ورکشاپ کی آخری نشست میں شامل ہیں جیسا کہ ابھی ابھی جناب مولانا عبدالحمید ازھر صاحب نے اپنے بڑے ہی مفید اور فکر انگیز خطاب میں ارشاد فرمایا کہ ہمیں بحیثیت امت اور خاص طور پر علماء کو اس وقت جو چیلنجز درپیش ہیں۔ ان کے پیش نظر ہماری ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے امید بھی بڑی دلائی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مایوسیوں کے ختم کرنے اور مایوسیوں کا مداوا کرنے کیلئے یہ امید افزا لہجہ ضروری ہے جیسا کہ انہوں نے اختیار کیا اور فرمایا کہ نہ اسلام کو کوئی خطرہ ہے اور نہ امت مسلمہ کو کوئی خطرہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ایسی فکر اور ایسی سوچ اور ایسے جملوں اور ارشادات سے مایوسیوں کا تدارک اور مداوا کرنے کی ضرورت ہے وہاں کچھ کچھ ضرورت حقیقت پسندی کی بھی ہے اقبال نے کہا تھا۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ

یہ دنیا تقریباً دو سال پہلے امریکہ میں رونما ہونے والے مشہور اور بدنام واقعہ ستمبر کے بعد بڑی حد تک ایک بدلی ہوئی دنیا ہے اس واقعہ اور حادثے پہ جو ردعمل امریکہ جیسے تہذیب کے دعویدار ملک نے اختیار کیا یقیناً عقل، منطق اور اخلاق کے تقاضوں کے بالکل منافی ہے ہمارے ایک شاعر دوست ہیں انہوں نے کہا کہ

عجب اک واقعہ کل ہوگیا ہے
محلّہ جس سے بے عقل ہو گیا ہے
کسی نے پاؤں دم پر رکھ دیا تھا
گلی کا کتا پاگل ہوگیا ہے

یہ کیفیت ہے امریکہ جیسے تہذیب و تمدن علم اور ٹیکنالوجی کے علمبردار کی کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر، واقعات کا صحیح تجزیہ کئے بغیر اس کے بارے میں قابل اعتبار ثبوت حاصل کئے بغیر مغلوب الغضب ہو کر پوری دنیا میں اپنی مرضی کی متشددانہ اور دہشت انگیزی کی کاروائیاں شروع کیں جن کا نشانہ افغانستان اور عراق بنا اور جس کی دھمکی کھلے یا ملفوف الفاظ میں ایران شام اور پاکستان کو دی جارہی ہے۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ یہ سارے ملک اتفاق سے مسلمان ہیں اس لئے اگر ہم مولانا کی بات کی تعبیر یہ کریں کہ ہمیں کوئی خطرہ درپیش نہیں تو یہ تعبیر درست نہیں ہوگی نہ انکی یہ مراد تھی کہ حقائق پر معمولی نظر دوڑانے سے یہ بات عیاں ہے کہ اس وقت دنیا کا یہ ٹھیکیدار اور واحد عالمی طاقت جو سوئے اتفاق سے بن چکی ہے اس نے امت مسلمہ کو بالخصوص نشانہ بنایا ہوا ہے۔ مسلمان ملکوں، مسلمان لوگوں کو اور بالواسطہ طور پر دین اور اسلام بھی اس کا ہدف ہے اور اسکے ساتھ جو اسلام کے بنیادی ادارے اور قلعے ہیں میری مراد تعلیمی اداروں سے ہے جامعات سے ہے علمی دینی سرگرمیوں سے ہے ان کے بارے میں اس امریکہ اور اس کے حواریوں کا بغض اور عداوت وہ بھی پوری طرح کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ اور اس نے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ آپ کے یہ ادارے دہشت گردی کے گڑھ ہیں (دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد دوسروں کو دہشت گردی کا طعنہ دیتا ہے) اور تربیت گاہیں ہیں اور اس سلسلے میں یہ

بات معلوم ہے کہ مسلمان حکومتوں پر (میں ان حکومتوں کا نام نہیں لیتا) یہ پریشر موجود ہے کہ ان اداروں پر کنٹرول بھی ہو اور ان کے خیال اور ان کے گمان کے مطابق یا ان کے کہنے کے مطابق ان کی اصلاح بھی اور اصلاح سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ انمیں زیادہ سے زیادہ دنیاوی تعلیم کا عنصر داخل کیا جائے اور کسی نہ کسی طریقے سے حکومتی اداروں کا کنٹرول ان پہ بڑھایا جائے ہمارے ملک میں ایک آرڈیننس کے ذریعے دینی مدارس پر کنٹرول کی کوشش ہوئی جسکو مختلف جامعات اور وفاقوں نے روکا اور انہوں نے مل کر اس کا دفاع کیا۔ لیکن اندرون خانہ سرگرمیاں جاری ہیں۔ اور اب انہوں نے اپنا طریقہ اور تکنیک بدل دی ہے۔ حکمت عملی تبدیل کر دی ہے۔ اور مدارس اور وفاقوں کو امداد دے کر وہ اس ڈگر پر لانا چاہتے ہیں کہ نصاب آہستہ آہستہ ان کی مرضی کا ہو اور کنٹرول بھی حکومت کا ان اداروں پر بڑھے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں درپیش یہ چیلنج چھوٹے ہیں اصل چیلنج یہ ہے کہ مغرب کے دل و دماغ پر وہ پرانے تعصبات جو گردش زمانہ سے کسی قدر ختم ہوئے تھے اندر موجود تھے لیکن انکا اظہار کم ہو گیا تھا وہ عود کر آئے ہیں دوبارہ انکا کھل کر اظہار کیا جا رہا ہے یہ تعصبات شروع سے چلے آ رہے ہیں۔ اور ان میں شدت صلیبی جنگوں کے دوران پیدا ہوئی۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تعصبات اونچی سطح پر پہنچے ہیں کچھ مصالح کے پیش نظر اور گردش زمانہ سے یہ بغض اور عداوت اسلام اور مسلمانوں نے خلاف کم ہوئی یا ہمیں دکھائی دیتا رہا کہ یہ کم ہو گئی ہے لیکن ستمبر کے واقعہ کے حوالے سے اس میں ایک دفعہ پھر شدت پیدا ہو گئی ہے اسمیں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ مولانا نے فرمایا کہ یہ دین غالب آنے یا غالب رہنے کیلئے آیا ہے قرآن ناطق ہے اس بات پر جیسے انہوں نے کہا آیت پاک کے حوالے سے کہ: هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

نظام بحیثیت نظام کے دین بحیثیت دین کے اسلام بحیثیت اسلام کے بلاشک و شبہ دلیل کے اعتبار سے بھی حاوی ہے اور عملاً بھی حاوی رہا ہے لیکن اونچ نیچ اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں قوموں کی تاریخ میں نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام پر مسلمانوں پر کبھی کوئی مشکل وقت نہیں آیا بلکہ آتا رہا ہے آتا رہے گا آپ جانتے ہیں ابھی بھی آیا ہوا ہے اس سے انکار ممکن نہیں ہے لیکن اس کا اعتراف اور ادراک رکھتے ہوئے اور مایوسیوں سے بچتے ہوئے ہمیں اپنا لائحہ عمل مرتب کرنا ہے اور قوم کو رہنمائی دینی ہے قوم میں حقائق کے ساتھ ساتھ امنگ اور امید بھی پیدا کرنی ہے اور ان تمام مقاصد کے حصول کیلئے اپنے آپ کو علم سے اور دلیل سے مسلح بھی کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی ورکشاپیں اور تربیتی پروگرامز اس میں بہت مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حکومتی ہتھکنڈوں اور امریکہ کی چاہت اور مانگ اور ڈیمانڈ جو بھی ہو اس سے ہٹ کر اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو دیکھیں بعض اوقات دشمن بھی کوئی ایسی بات کرتا ہے دشمنی سے کرتا ہے اور اس کی تنقید میں مبالغہ ہوتا ہے شدت ہوتی ہے۔ اور حقیقت سے بھی بہت ہٹی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے عقل مند لوگ دشمن کی دشمنی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اس نے جو بات کی ہے ہمارے خلاف کی ہے ہمارے دینی اداروں کے خلاف ہے مسلم امہ کے خلاف ہے خاص کر تعلیمی اداروں کے خلاف وہ دشمنی کی وجہ سے کی ہے حقیقت سے بہت ہٹی ہوئی بات ہے لیکن ہمیں پھر بھی غور کرنا چاہئے کہ اس میں کوئی عنصر کوئی حصہ خواہ چھوٹا سا ہی کیوں نہ ہو اگر حقیقت کے مطابق اور درست ہے تو ہمیں اسے قبول کرنے اور اپنا لائحہ عمل بنانے سے گریز نہیں کرنا چاہئے بات کی تھوڑی سی وضاحت کرتے ہوئے عرض کروں گا۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ دینی اداروں کو یکسر اپنا تعلیمی منہج تبدیل کرنا چاہئے کہ انمیں بہت سا عنصر غیر دینی اور سیکولر تعلیم کا ہے اور دنیاوی تعلیم کو داخل کرنا چاہئے یہی لوگ جو ہمیں مشورہ دیتے ہیں کہ ایسا کرو دینی اداروں میں انگریزی لاؤ، کمپیوٹر لاؤ، فلاں لاؤ یہی لوگ سپشلائزیشن پر بھی زور دیتے ہیں تخصص پر زور دیتے ہیں اور یہ بات تو طے ہے کہ اگر دینی اداروں میں بہت زیادہ عنصر غیر دینی سیکولر اور دنیاوی تعلیم کا داخل ہو گا تو پھر یقیناً طلبہ اس حد تک نکھر نہیں سکیں گے دینی تعلیم میں متخصص نہیں بن سکیں گے۔ سپشلائزیشن نہیں حاصل کر سکیں گے جو کہ بڑا ضروری ہے۔ انکا تخصص حاصل کرنا اور مہارت

حاصل کرنا ضروری ہے یقیناً اس پر اثر پڑے گا لیکن اس سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیئے اس تنقیح سے پہلے بھی اٹھایا جا رہا ہے۔
یہ نہیں کہ اس سے پہلے ہم غافل تھے لوگوں کی باتوں سے پہلے بھی ہم اس کی طرف متوجہ تھے ہمارے کم ازکم نامور اور قابل ذکر تعلیمی ادارے ہیں انہوں نے پہلے ہی ان میں سے ضروری باتیں بقدر ضرورت شامل کر رکھی تھیں لیکن اس کو تھوڑا سا بڑھانے پہ بھی غور کرنا چاہیئے لیکن اس سے زیادہ ضروری بات یہ کہ منتہی طلبہ جو عالم اور طالب کے درمیان اس وقت کہیں کھڑے ہیں اور انشاء اللہ بڑی جلدی علماء کی صف میں شامل ہونے والے ہیں۔ اپنے جامعات اپنے تعلیمی اداروں اور ایسی تربیتی ورکشاپوں اور ایسی تربیتی نشستوں میں ہمیں یہ ذہن دینا چاہیئے اور ان کے اندر یہ شوق پیدا کرنا چاہیئے ان کو ضرورت کا احساس دلانا چاہیئے۔ کہ جامعات کے نصاب میں تو اتنی زیادہ کتابیں داخل نہیں کر سکتے جو غیر دینی سلیبس اور دیگر کتب کی ضرورت کو پورا کر سکیں لہٰذا انہیں شوق دلانا چاہیئے اور توجہ دلانی چاہیئے کہ وہ اپنے اندر مطالعہ کا ذوق پیدا کریں اور مزید معلومات حاصل کریں۔ ان کے اندر کم از کم ابھی سے ایک جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ معلومات جو آج کل حاصل کرنا ضروری ہیں اور ایک پڑھے لکھے انسان کا ذریعہ اور خاصہ سمجھی جاتی ہیں ان کی طرف متوجہ ہوں معاشیات سیاسیات اور انگلش وغیرہ کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ اس سے ہمارا تعلق زیادہ رہا ہے اس لئے وہ آسان ہے عربی بھی بہر حال ایک عالمی زبان ہے لیکن اسکے علاوہ یورپ اور امریکہ ان ملکوں میں سمجھی جانے والی انٹرنیشنل لینگویج انگریزی ہے اور اس کے ساتھ جن مضامین کا میں نے ہلکا سا تذکرہ کیا انکو نصاب میں شامل کریں۔ اس کے ساتھ طلبہ کو ذاتی مطالعہ کا شوق دلانا چاہیئے اس کیلئے ماہرین کتابیں تجویز کر سکتے ہیں کہ کون سی بنیادی کتابیں پڑھ کر آپ کو ان چیزوں کا علم ہوگا اور وہ ایک پڑھے لکھے یعنی دنیاوی پڑھے لکھے آدمی سے اعتماد کے ساتھ آپ بات کر سکیں گے اور اس کو اس کی زبان میں سمجھا سکیں گے کہ دین کی ضروریات کیا ہیں اور دین کے تقاضے کیا ہیں اس کے ساتھ میں یہ سمجھتا ہوں دوران تعلیم دوران سال زیادہ نہیں تو مہینہ میں ایک آدھی بار کسی نہ کسی کو بلانا چاہیئے کہ ایک مہمان مقرر ان علوم پہ سیاسیات، معاشیات اور دوسرے علوم وفنون پر اور موجودہ زمانے کے چیلنج پر لیکچر ہونے چاہئیں اگر ہم ان باتوں کی طرف توجہ دیں اور انکو اپنے پروگرامز میں شامل کریں تو یہ اپنے طلبہ کو اس قابل بنا سکیں گے کہ وہ اعتماد کیساتھ دعوت دین لوگوں کو پیش کریں اور اگر اس میں کوئی اشکالات، اعتراضات، و سوالات شبہات آتے ہیں تو ان کا شافی کافی جواب دے سکیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے لوگ ایسے علمائے کرام چاہتے ہیں۔ ان غیروں اور دشمنوں کی باتوں سے قطع نظر ہمارے اپنے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ ہماری راہنمائی کرنے والے علمائے کرام دین کے علم میں راسخ ہوں اور وہ اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیاوی معاملات کو سمجھتے ہوں۔ اب آپ سے بینکنگ وغیرہ یا بیرون ملکوں میں جس طرح لوگ قرضے لے کر مکان لیتے ہیں اور جو مسائل ان کو پیش آتے ہیں ان کے بارے میں پوچھیں تو بجائے جواب دینے کے پہلے آپ ان سے پوچھیں کہ یہ ہوتا کیا ہے؟ آپ مجھے سمجھائیں پھر اس کے بارے میں فتویٰ بتاؤں گا بلکہ ان چیزوں کے متعلق پہلے سے جاننا ضروری ہے بعض اوقات ایسے سوالات آ جاتے ہیں تو ان کو پوچھنے کی بجائے اگر آپ پہلے سے ہی جانتے ہوں اور ان کو بتا سکیں کہ یہ بات اس طرح ہے اور دین کا نقطہ نظر ان کے بارے میں یہ ہے تو یہ طریقہ زیادہ موثر ہوتا ہے اسکا زیادہ لوگ اثر قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی آمادگی بھی ان کے اندر زیادہ ہوتی ہے لیکن جب یہ ایسا نہیں ہوتا کہ حضرت خود نہیں جانتے اور ان تقاضوں سے واقف نہیں تو انہیں پہلے سمجھانا پڑتا ہے۔ پھر بات پوچھنی پڑتی ہے تو پھر وہ تاثر جو علم کی برتری کا ہوتا ہے اس میں کمی آ جاتی ہے۔ اس لئے میری درخواست یہ ہوگی آج کی اس مجلس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ ہمارے جامعات ہمارے اداروں کو اور ہماری تربیتی ورکشاپوں کو ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے یقیناً دیتے ہیں مگر ذرا زیادہ توجہ دیں طلبہ میں جو جذبہ اور یہ شوق پیدا کریں بات کو ختم کرنے سے پہلے تاکہ درپیش سنگین چیلنج کا مقابلہ کر سکیں اور اپنی صلاحیتوں کو صحیح طور پر استعمال کر سکیں۔

☆☆☆☆☆